تفسیر نور العرفان (قسط ۲۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب سورت سبا (۲۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ بت نہ خلق میں رب کے شریک ہے، نہ ملکیت میں، نہ تصرف کرنے میں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص687)

مخلوق میں کوئی بھی رب کا شریک نہیں، نہ خلق میں، نہ ملکیت میں اور نہ تصرف کرنے میں۔

❁ نبی کریم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

(الأعراف: 188)

''کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی فائدے اور نقصان کا مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔''

''مگر جو اللہ چاہے۔'' کا معنی ہے کہ وہی نفع نقصان پہنچتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے بارے میں یہ خبر دی کہ میں اپنے لیے بھی نفع نقصان کا مالک نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ پر رب تعالیٰ کی بے شمار عطائیں تھیں، اس سے آپ ﷺ خدائی کے مالک کیسے بن گئے؟

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يُخْبِرُهُمْ أَنَّهٗ لَا يَقدِرُ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي خَزَائِنِ اللّٰهِ، وَلَا يَعْلَمُ مِنَ الْغَيْبِ إِلَّا مَا أَطْلَعَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ هُوَ بِمَلِكٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ، بَلْ بَشَرٌ مُّرْسَلٌ، مُؤَيَّدٌ بِالْمُعْجِزَاتِ .

''نبی اکرم ﷺ انہیں یہ بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے خزانوں میں تصرف پر قادر نہیں، نیز وہ غیب نہیں جانتے، ہاں جس بات کی اللہ تعالیٰ انہیں اطلاع دے دیتا ہے، اس کا علم انہیں ہو جاتا ہے، نیز وہ کوئی فرشتہ نہیں بلکہ ایک بشر ہیں جنہیں مبعوث کیا گیا ہے اور معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی گئی ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 532/3)

✿ علامہ ابن عابدین، شامی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

كَأَنْ يَّقُولَ : يَا سَيِّدِي فُلَانُ ! إِنْ رُّدَّ غَائِبِي أَوْ عُوفِيَ مَرِيضِي أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِي، فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا، (قَوْلُهٗ : بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ : مِنْهَا أَنَّهٗ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ، وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهٗ عِبَادَةٌ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ، وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهٗ مَيِّتٌ، وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ، وَمِنْهُ أَنَّهٗ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَاعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ .

''اولیاء کے لیے نذر و نیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں پیر! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آ گیا یا میرا مریض شفایاب ہو گیا یا میرا کام

ہو گیا تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا یا چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذر و نیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے؛ ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر و نیاز ہے، حالانکہ نذر و نیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذر و نیاز دی جا رہی ہوتی ہے، وہ مُردہ ہوتا ہے اور مُردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذر و نیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر اس ولی کے امور میں تصرف کرنے کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہ اس کا اعتقاد کفر ہے۔''

(فتاویٰ شامی:439/2)

معجزات اور کرامات کی بنا پر انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو کو خالق، مالک، مشکل کشا، متصرف الامور سمجھنا درست نہیں۔

(۲) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور کو شافع نافع وغیرہ صفات سے موصوف کر سکتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص690)

نبی کریم ﷺ شفیع المذنبین ہیں، مگر آپ ﷺ کو نافع کہنا جائز نہیں۔ اس معنی میں کہ نبی کریم ﷺ نفع پہنچاتے ہیں، یہ شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع دینے والا نہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں۔

(۳) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''میں (محمد کریم ﷺ) رب کی توحید، اس کی ذات و صفات کا عینی گواہ ہوں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص692)

یہ غلو پر مبنی نظریہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ کی ذات کو نہیں دیکھا، البتہ صفات

باری تعالیٰ کی معرفت تامہ رکھتے تھے۔

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم کو بھی چاہیے کہ شیطان کو خدا کے گھر یعنی اپنے دل سے نکالیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص694)

انسان کے دل کو اللہ کا گھر قرار دینا گمراہی ہے، یہ صوفیا کی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی گھر نہیں۔ آج بھی جب بعض سے سوال ہوتا ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اللہ دل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں میں نہیں، اپنے عرش پر بلند ہے، جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔ مومنوں کے دلوں میں اس کی محبت اور خشیت ہوتی ہے۔

کعبہ اور مساجد کو اللہ کے گھر شرف و تعظیم کے لیے کہا جاتا ہے، یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے گھر نہیں۔

⑤ مفتی صاحب سورت فاطر (۱۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''وہابی اس آیت کے معنی یوں کرتے ہیں کہ جن نبیوں ولیوں کو تم پکارتے ہو، وہ تمہاری نہیں سنتے اور کوئی نبی ولی کسی چیز کا مالک نہیں، نہ حاجت روا اور قیامت میں یہ نبی ولی تمہاری اس پکار کے منکر ہو جائیں گے۔ یعنی کفار کی آیت مسلمانوں اور بتوں کی آیت انبیا اولیا پر چسپاں کرتے ہیں، مگر ان بیوقوفوں سے پوچھو کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضور کا زمانہ تھا، بتاؤ کون صحابی نبیوں، ولیوں کو مصیبت میں پکارتے تھے اور مشرک تھے، کیونکہ ﴿تَدْعُونَ﴾ حال ہے۔ تمہاری تفسیر پر تمام صحابہ مشرک ہوئے، نیز تمہارا یہ ترجمہ قرآنی آیات وحدیث کے خلاف ہے۔ رب فرماتا ہے: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾

ہم نے تمہیں بہت ہی خیر بخشی۔حضور فرماتے ہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔رب فرماتا ہے: ﴿أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْهِ﴾ حضور فرماتے ہیں: میں گناہ گاروں کی شفاعت کروں گا۔اب بتاؤ کیا حضور چھلکے کے مالک نہیں؟ اور کیا حضور قیامت میں ہمارے کام نہ آئیں گے؟''

(تفسیر نورالعرفان، ص694)

مفتی صاحب نے خود اقرار کیا کہ صحابہ کرام مصیبت کے وقت نبیوں اور ولیوں کی پکار نہیں کرتے تھے۔وہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔ماسوا اللہ کو پکارنا توحید کے منافی خیال کرتے تھے۔معلوم ہوا کہ جو مصیبت میں غیر اللہ، چاہے وہ نبی ہو یا ولی، یا بے جان بت اور قبر، کی پکار کرتا ہے، وہ صحابہ کے عقیدہ سے ہٹا ہوا ہے۔

یہ آیت عام ہے۔اس میں تمام مشرکین شامل ہیں، جو نزول آیت سے پہلے گزر چکے، یا جو اس وقت موجود تھے یا جو قیامت تک آئیں گے۔جس کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا جائے گا، وہ اس میں داخل ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق، مالک اور مدبر نہیں۔جو ان صفات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہراتا ہے، وہ مشرک ہے۔قرآن اس سے مخاطب ہے۔اگر کوئی مشرکین مکہ والا شرک کسی نبی یا ولی کے لیے روا سمجھے، تو کیا وہ اس آیت کا مصداق نہیں ٹھہرے گا؟

بعض لوگ فوت شدگان کو فریادرسی کے لیے پکارتے ہیں اور غیب سے انکے نام کی دہائی دیتے ہیں۔یہ باطل عقیدہ ہے۔مردے تو قریب سے بھی سُن نہیں سکتے، ہزاروں میل دُور سے کیسے سُنیں گے؟ قرآن مجید اس کا ردیوں فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ، اِنْ تَدْعُوْهُمْ

لَا يَسْمَعُوْا دُعَآئَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾(فاطر : ١٣-١٤)

''اللہ کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے پردے کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سُن نہیں سکتے اور اگر وہ سُن بھی لیں تو تمہاری مُراد پوری نہیں کر سکتے۔ قیامت کے روز یہ لوگ تمہارے شرک سے براءت کا اعلان کر دیں گے۔ تمہیں (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

❁ نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾(الأحقاف : ٥)

''اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سِوا ان لوگوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دادرسی نہیں کر سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کوثر عطا کیا۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ تمام جہانوں کے مالک ہو گئے ہیں؟ یہ رب کی ایک عطا ہے، اس جیسی بے شمار عطائیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر کی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور نبی کریم ﷺ کی محتاجی کی دلیل ہیں، نبی کریم ﷺ کسی چیز کے مالک نہیں۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ، سَلِينِي بِمَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكِ

مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .

''اے فاطمہ بنت رسول! (دنیا کا سامان) جو مانگنا ہے، اب مانگ لیجئے، میں اللہ کے عذاب سے آپ کو نہیں بچا سکتا۔''

(صحيح البخاري :4771، صحيح مسلم : 206)

❀ روز قیامت کئی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے:

لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا .

''میں آپ کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتا۔''

(صحيح مسلم :1831)

روز قیامت نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیا و اولیا کی شفاعت برحق ہے۔ یہ شفاعت بھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوگی اور اسی کے حق میں شفاعت کر سکیں گے، جس کے بارے میں شفاعت کی اجازت ہوگی۔

اس کے باوجود سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے کام نہیں آ سکیں گے۔

(صحيح البخاري : 3350)

شفاعت کبریٰ کے لیے لوگ باری باری سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کے پاس جائیں گے، مگر سب یہ کہہ کر انکار کر دیں گے:

لَسْتُ لَهَا . ''میں اس کا اہل نہیں ہوں۔''

(صحيح البخاري : 7510)

باقی زمین کے خزانوں کی کنجیوں سے مراد فتوحات اور غنائم ہیں۔

﴿أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا

زید رضی اللہ عنہ پر اسلام کی صورت میں انعام کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے انعام کیا۔اس سے یہ کہنا کیسے جائز ہوگا کہ اللہ ورسول نے ہم کو یہ نعمت دی؟

٦ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور نے تمام عالم غیب کا مشاہدہ فرمایا،خصوصا معراج میں۔''

(تفسیر نور العرفان،ص697)

یہ غلو پر مبنی بے دلیل بات ہے۔نیز قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

قرآن کریم میں ثابت ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں۔معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی نشانیاں دکھائی تھیں۔اس سے آپ کا عالم الغیب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اسلاف امت میں کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہتا۔

٧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ایسے ہی دنیا میں شریعت وطریقت کے رنگ برنگے راستے ہیں؛حنفی،شافعی،مالکی، حنبلی اور قادری،چشتی،نقشبندی،سہروردی۔یہ خدارسی کے مختلف راستے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان،ص698)

دنیا میں شریعت کا ایک ہی راستہ ہے،وہ صراط مستقیم ہے،جو سیدھا اللہ کی جنت کو جاتا ہے۔اسی راستے پر انبیا اور صلحا چلے۔طریقت شریعت کے مخالف راستے کا نام ہے۔باقی یہ ساری نسبتیں بدعی ہیں۔اسلاف امت ان سے ناواقف تھے۔تاریخ گواہ ہے کہ احناف نے شوافع،موالک اور حنابلہ کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا؟ ہر ایک تعصب کی بھینٹ چڑھ گیا۔یہ نسبتوں والے آج بھی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔رشتے دینا

لینا بھی جائز نہیں سمجھتے۔

۞ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ أَبُو حَفْصٍ فِي فَوَائِدِهٖ : لَا يَنْبَغِي لِلْحَنَفِيِّ أَنْ يُزَوِّجَ بِنْتَهٗ مِنْ رَجُلٍ شَفْعَوِيِّ الْمَذْهَبِ وَهٰكَذَا قَالَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا وَلٰكِنْ يَتَزَوَّجُ بِنْتَهُمْ، زَادَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ تَنْزِيلًا لَهُمْ مَنْزِلَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ .

''شیخ ابوحفص نے ''فوائد'' میں کہا ہے: کسی حنفی کے لیے جائز نہیں کہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی شافع المذہب مرد سے کرے۔ ہمارے بعض مشائخ نے بھی یہی کہا ہے، البتہ شوافع کی لڑکی سے نکاح کیا جا سکتا ہے، فتاویٰ بزازیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ شوافع کو اہل کتاب کے قائم مقام (سمجھ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح) کریں گے۔''

(البحر الرّائق : 49/2)

⑧ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''سورت یٰس کے بہت فضائل ہیں، یہ قرآن کا دل ہے، ایک بار سورت یس پڑھنا دس بار قرآنِ کریم پڑھنے کا ثواب ہے، حضور نے فرمایا کہ اموات پر یس پڑھو، کہ اس سے جان کنی آسان ہوتی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص702)

سورت یس کی فضیلت میں کوئی مرفوع حدیث ثابت نہیں۔قریب المرگ پر سورت یس پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔اس بارے مروی روایات ضعیف ہیں۔

۞ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُ وا عَلٰی مَوْتَاكُمْ يٰس .

''قریب المرگ لوگوں پر سورت یٰس کی قرأت کریں۔''

(مسند الإمام أحمد : 26/5؛ سنن أبي داوٗد : 3121؛ السّنن الكبرٰی للنّسائي : 10914؛ سنن ابن ماجه : 1448، وصححه ابن حبان : 3002)

سند ضعیف ہے۔ بعض سندوں میں ابوعثمان کے مجہول والد کی زیادت ہے۔ یہ المزید فی متصل الاسانید ہے، ابوعثمان نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ قَالَ صَفْوَانُ، حَدَّثَنِي الْمَشْيَخَةُ، أَنَّهُمْ حَضَرُوا غُضَيْفَ بْنَ الْحَارِثِ الثُّمَالِيَّ، حِينَ اشْتَدَّ سَوْقُهٗ، فَقَالَ : هَلْ مِنْكُمْ أَحَدٌ يَّقْرَأُ يٰس؟ قَالَ : فَقَرَأَهَا صَالِحُ بْنُ شُرَيْحٍ السَّكُونِيُّ، فَلَمَّا بَلَغَ أَرْبَعِينَ مِنْهَا قُبِضَ، قَالَ : وَكَانَ الْمَشْيَخَةُ يَقُولُونَ : إِذَا قُرِئَتْ عِنْدَ الْمَيِّتِ خُفِّفَ عَنْهُ .

''صفوان کہتے ہیں: مجھے بوڑھوں نے خبر دی کہ وہ غضیف بن حارث ثمالی کے پاس حاضر ہوئے، جب ان کی روح نکلنے میں دشواری ہوئی تو کہنے لگے: آپ میں کس نے سورت یٰس پڑھی ہے؟ اس پر صالح بن شریح سکونی سورت یٰس پڑھنے لگے، چالیسویں آیت پر پہنچے، تو غضیف کی روح قبض ہوگئی، اس وقت سے وہ بوڑھے کہتے ہیں کہ جب آپ میت کے پاس سورت یٰس کی تلاوت کریں گے، تو میت کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔''

(مسند الإمام أحمد : 105/4)

یہ بوڑھے نہ معلوم ہیں۔ لہٰذا سند مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے **منسوب** ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مَيِّتٍ يَّمُوتُ فَيُقْرَأُ عِنْدَهٗ يٰس إِلَّا هَوَّنَ اللّٰهُ عَلَيْهِ .

''جو آدمی فوت ہوتا ہے اور اس کے پاس سورت یس کی تلاوت کی جاتی ہے، تو اللہ اس پر آسانی کر دیتے ہیں۔''

(أخبار أصبهان لأبي الشّيخ :229/1)

سند من گھڑت ہے۔

۱۔ مروان بن سالم غفاری متروک و وضاع ہے۔

۲۔ عبد المجید بن ابورواد جمہور محدثین کے نزدیک ''ضعیف'' اور مجروح ہے۔

امام حمیدی (الضّعفاء الكبير للبخاري :307)، **امام ابوحاتم رازی** (الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 65/6)، **امام ابن حبان** (كتاب المجروحين : 160/2)، **امام دارقطنی** (سؤالات البُرقاني : 317)، **امام محمد بن یحییٰ بن ابوعمر** (الضّعفاء الكبير للعقيلي : 96/3، وسندهٗ صحيحٌ)، **امام ابن سعد** (الطّبقات الكبرٰى :500/5)، **امام ابن عدی** (الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 346/5) **اور امام ابوزرعہ** (أسامي الضّعفاء : 637) رحمہم اللہ **وغیرہ** نے سخت جروح کر رکھی ہیں۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهٗ كَثِيرُونَ . ''جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المُغني عن حمل الأسفار في تخريج الإحياء : 144/4)

نیز مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

۳۔ شریح بن عبید کا سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ حبیب اللہ (محمد ﷺ) کتاب اللہ سے اہم ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص702)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کلام، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ محمد کریم ﷺ مخلوق ہیں۔ مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی صفات سے موازنہ کرنا کفر و الحاد ہے۔

⑩ مفتی صاحب سورت یٰس (۸) کے شان نزول کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ ابو جہل اور اس کے دو مخزومی دوستوں کے متعلق نازل ہوئی، ابو جہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھوں گا، تو ان کا سر کچل دوں گا، جب اس نے حضور کو نماز پڑھتے دیکھا، تو بڑا پتھر لے کر حضور کی طرف چلا، جب حضور کے قریب پہنچا، تو اس کے ہاتھ گردن سے چپک گئے اور پتھر ہاتھ میں لپٹ گیا، اس کا یہ حال دیکھ کر ولید بن مغیرہ بولا کہ یہ کام میں کروں گا، جب وہ پتھر لے کر چلا، تو اندھا ہو گیا، حضور کو نہ دیکھ سکا، تیسرا بولا کہ پتھر مجھے دو، وہ لے کر چلا، تو اچانک بدحواس ہو کر الٹا بھاگا اور بولا کہ ایک بڑا سانڈ بیل میرے آگے تھا، اگر میں آگے بڑھتا، تو مجھے مار ڈالتا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص703)

یہ واقعہ ثابت نہیں۔

⑪ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''بدعت ایجاد کرنا اچھا ہے اور بری بدعت ایجاد کرنا برا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص703)

بدعت ایجاد کرنا، دین ایجاد کرنا ہے۔ کوئی بدعت اچھی نہیں۔ ہر بدعت بری ہے۔

بدعت کو سَیِّئَة (بُری) اور حَسَنَة (اچھی) میں تقسیم کرنا درست نہیں، کیونکہ ہر بدعت سَیِّئَة (بُری) ہے، کوئی بدعت حَسَنَة (اچھی) نہیں۔

بدعت کی تعریف یہ ہے کہ اس کی اصل قرآن وسنت اور اجماع میں نہ ہو، تو جس کی دلیل نہ ہو، وہ حسنہ کیسے بن سکتی ہے؟

۞ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا التَّقْسِيمَ أَمْرٌ مُّخْتَرَعٌ، لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، بَلْ هُوَ نَفْسُهُ مُتَدَافِعٌ، لِأَنَّ مِنْ حَقِيقَةِ الْبِدْعَةِ أَنْ لَّا يَدُلَّ عَلَيْهَا دَلِيلٌ شَرْعِيٌّ، لَا مِنْ نُصُوصِ الشَّرْعِ، وَلَا مِنْ قَوَاعِدِهٖ .

''بدعت کی تقسیم بذاتِ خود اختراع وبدعت ہے، کیوں کہ اس تقسیم پر کوئی دلیل شرعی نہیں، بلکہ بدعت کی تعریف ہی اس تقسیم کا رد کرتی ہے، بدعت کی تعریف یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی نص یا شرعی قاعدہ دلالت نہ کرے۔''

(الاعتصام: 246/1)

۞ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .

''بدعت قبیح ترین عمل ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(صحیح مسلم: 867)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِقَوْلِهٖ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، مَا أُحْدِثَ وَلَا دَلِيلَ لَهٗ مِنَ

الشَّرْعِ بِطَرِيقٍ خَاصٍّ وَّلَا عَامٍ .

''ہر بدعت گمراہی ہے، اس سے مراد ہر وہ نئی چیز ہے، جس کی شریعت میں خاص یا عام کوئی دلیل نہ ہو۔''

(فتح الباري : 254/13)

جو عمل کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہے اور باطل ہے اور باطل حسنہ نہیں ہوسکتا۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُحَافَظَةَ عَلٰى عُمُومِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، مُتَعَيِّنٌ، وَأَنَّهُ يَجِبُ الْعَمَلُ بِعُمُومِهِ، وَأَنَّ مَنْ أَخَذَ يُصَنِّفُ الْبِدَعَ إِلٰى حُسْنٍ وَّقَبِيحٍ، وَيَجْعَلُ ذٰلِكَ ذَرِيعَةً إِلٰى أَنْ لَّا يُحْتَجَّ بِالْبِدْعَةِ عَلَى النَّهْيِ فَقَدْ أَخْطَأَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' اس پر عمل ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو اپنے عموم پر رکھا جائے۔ جو لوگ بدعت کو سیئہ وحسنہ میں تقسیم کرتے ہیں اور اس پہ استدلال کرتے ہیں کہ فلاں کام کی ممانعت دین میں نہیں، لہٰذا وہ بدعت حسنہ ہے، وہ لوگ واضح خطا پر ہیں۔''

(مجموع الفتاوٰی : 370/10)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .

''ہر بدعت گمراہی ہے، خواہ لوگ اسے ''حسنہ'' کا نام دیں۔''

(السّنة للمَروزيّ : 24، المَدخَل إلى السّنن الكبرٰى للبيهقي :191، وسندهٗ صحيحٌ)

جلیل القدر صحابی ہر بدعت کو گمراہی قرار دے رہے ہیں اور صاف بتا رہے ہیں کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں۔

⑫ مفتی صاحب سورت یٰس (۴۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ یہاں انفاق سے مراد زکوٰۃ یا شرعی صدقہ نہیں، کیونکہ ہجرت سے پہلے زکوٰۃ کا حکم نہ آیا تھا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص707)

ہجرت سے پہلے زکوٰۃ کا حکم آ چکا تھا، البتہ زکوۃ کے تفصیلی احکام بعد میں بیان ہوئے۔ ہرقل نے سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کا حکم دیتے ہیں، تو انہوں نے جواب دیا:

يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ .

''وہ ہمیں نماز، زکوۃ، صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔''

(صحيح مسلم : 1773)

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں، جو آج نعت خوانی یا وسیلہ یا بزرگوں کی امداد کے منکر ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص708)

نعت خوانی مشروع اور کارِ خیر ہے، اس میں شرک اور غلو نہ پایا جائے۔ نعت خوانی کا کوئی بھی منکر نہیں۔ اسی طرح مشروع اور جائز وسیلہ کا بھی کوئی منکر نہیں۔ رہا بزرگوں کی امداد، تو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ فوت شدگان سے مافوق الاسباب مدد مانگنا شرک ہے،

کیونکہ وہ اس مدد پر قادر نہیں، اس پر فقط اللہ تعالیٰ قادر ہے۔

⑭ مفتی صاحب سورت صافات (۲۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''دیلمی نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ لوگوں سے حضرت علی اور اہل بیت اطہار کی محبت کے بارے میں سوال ہوگا......''

(تفسیر نورالعرفان، ص713)

بے سند اور بے بنیاد جھوٹی روایت ہے۔

⑮ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ کشتی میں جو اور مسلمان تھے، ان کی نسل نہیں چلی، صرف آپ (نوح علیہ السلام) کی نسل چلی، اس لیے نوح علیہ السلام کا لقب آدم ثانی ہے، ساری دنیا میں آپ کے تین بیٹوں کی اولاد ہے، چنانچہ عرب، فارس، روم سام کی اولاد ہے اور سوڈان، سندھ، ہند، نوبہ، حبشہ حام کی اولاد ہے اور ترک، یاجوج، ماجوج یافث کی اولاد ہے......''

(تفسیر نورالعرفان، ص716)

بے بنیاد باتیں ہیں۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''روایات سے ثابت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بوقت ذبح بالکل نہ تڑپے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص718)

صحیح روایات میں ایسا کچھ ثابت نہیں۔

⑰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''(صاحب) روح البیان نے فرمایا کہ حضرت خضر سمندر اور حضرت الیاس

خشکی پر منتظم ہیں، قرب قیامت وفات پائیں گے، بعض بزرگوں سے ان کی ملاقات بھی ہوئی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص720)

بے بنیاد باتیں ہیں۔

⑱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''راستہ میں دریا سامنے آیا، اسے طے کرنے کے لیے کشتی میں سوار ہو گئے، بیچ دریا میں پہنچ کر کشتی ٹھہر گئی، ملاح بولے کہ اس کشتی میں کوئی غلام اپنے مولا سے بھاگا ہوا ہے، جس سے کشتی ٹھہر گئی، قرعہ ڈالا گیا، تو آپ (یونس علیہ السلام) کا نام شریف نکلا، آپ نے فرمایا: میں ہی اپنے مولا سے بھاگا ہوا ہوں، کہ بغیر انتظار وحی آیا ہوں، یہ کہہ کر خود دریا میں چھلانگ لگا دی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص720)

یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جانا تو ثابت ہے، البتہ یہ پورا قصہ اور اس کی تفصیل محتاج دلیل ہے۔

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''میدان کربلا میں بہ ظاہر فتح یزید کی ہوئی، حضرت حسین شہید ہوئے، مگر درحقیقت غلبہ وفتح حسین کی ہوئی، یزید شکست کھا گیا، کیونکہ اس کی امارت خلافت کے ٹکڑے اُڑ گئے، امام حسین کا منشا پورا ہو گیا، یعنی اسلام کی حفاظت۔''

(تفسیر نور العرفان، ص722)

روافض کی تقلید میں جھوٹ پر اعتماد کیا گیا۔ میدان کربلا میں یزید کہاں تھا؟ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں یزید نہ خود شامل تھا، نہ اس نے حکم دیا اور نہ اس پر راضی ہوا۔ ان

میں سے کوئی بات یزید کے بارے میں ثابت نہیں، لہٰذا یزید کو کوسنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت برحق ہے اور شہید کرنے والا لعنت کا مستحق ہے۔

کربلا میں کوئی معرکہ نہیں ہوا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بے خبری میں گزر رہے تھے کہ ظالموں نے شہید کر دیا۔ اس میں اسلام کا شدید نقصان ہوا۔

(۲۰) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ سے عذاب قبر و عذاب دوزخ چھپا ہوا نہیں، حضور کے خچر نے عذاب قبر دیکھا، جس سے وہ بدکا، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص722)

ان دو قبر والوں کے متعلق وحی سے باخبر کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں کہ کسے عذاب قبر اور کسے عذاب دوزخ ہو رہا ہے۔ جانور عذاب قبر سنتے ہیں، دیکھتے نہیں۔

(۲۱) مفتی صاحب سورت الصافات (۱۸۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضور پر سلام بھیجنا: یا نبی سلام علیک، یا السلام علیک ایھا النبی، جائز ہے۔ اس کا ماخذ یہ آیت ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص722)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان الفاظ کے ساتھ سلام پڑھنا اسلاف امت سے ثابت نہیں۔ اگر اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہوتا، تو وہ سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث کے معانی ومطالب سمجھنے والے تھے۔ وہ ضرور اس پر عمل کرتے، ان کا عمل نہ کرنا دلیل ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ سلام پڑھنا جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے تشہد اس حال میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے درمیان تھا اور یوں سکھایا، جیسے قرآن کی سورت ہو:

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ.

''تمام قولی، فعلی اور مالی عبادات اللہ کے لئے، اے نبی! آپ پر اللہ کی رحمت، برکت اور سلام ہو۔ ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں۔''

نبی کریم ﷺ جب تک زندہ رہے، ہم یہ الفاظ پڑھتے رہے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ.

آپ ﷺ فوت ہو گئے، تو ہم یوں پڑھنے لگے:

اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ. ''نبی پر سلامتی ہو۔''

(مسند الإمام أحمد: 414/1، صحيح البخاري: 6265، واللّفظ لهٗ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا هٰذِهِ الزِّيَادَةُ؛ فَظَاهِرُهَا أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ بِكَافِ الْخِطَابِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ تَرَكُوا الْخِطَابَ،

وَذَكَرُوهُ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ، فَصَارُوا يَقُولُونَ : السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ .

''زائد الفاظ سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں کاف خطاب کے صیغے سیکھتے تھے: اے نبی! آپ پر سلامتی ہو۔ آپ ﷺ وفات پا گئے تو صحابہ نے مخاطب کا صیغہ ترک کر دیا اور غائب کے صیغے سے پڑھنا شروع کر دیا، کہنے لگے: نبی پر سلامتی ہو۔''

(فتح الباري :56/11)

یہ معاملہ نماز کا تھا، تو نماز کے علاوہ ان الفاظ کے ساتھ سلام پڑھنا کیسے جائز ہوا؟

❀❀❀❀❀❀❀